نرم اسلامی انقلاب.........احوال واقعی!

پروفیسر محمد یاسین ظفر (پرنسپل جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

روز نامہ ایکسپریس لاہور میں نرم اسلامی انقلاب کا راستہ کے عنوان سے جناب حمید اختر صاحب کا کالم دو قسطوں میں شائع ہوا۔ اس میں ٹائم میگزین کے تازہ شمارہ سے بعض اسلامی ممالک مصر، ترکی اور سعودی عرب میں ایسی تحریک کا ذکر کیا ہے۔ جو تشدد کی لہر کو کم کرنے کے لیے کوئی درمیانی راستہ نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسے نرم انقلاب کا نام دیا گیا۔ اس "نرم انقلاب" لانے والوں کی بعض کوششوں کا تذکرہ بھی ہے۔ کالم نگار نے اس بات پر تعجب کا اظہار بھی کیا ہے کہ پرنٹ اور الیکٹرک میڈیا نے اس کا نوٹس لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

ہمیں بھی اس کالم کا نوٹس لینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر اس میں بعض ایسی باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت از حد ضروری ہے۔ مثلاً کالم نگار نے مصر کی زیدہ نامی خاتون کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ قدامت پسندی کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ اور ساری کوشش میں باقاعدہ حجاب بھی پہنتی ہیں۔ قدامت پسندی کی اصطلاح بھی ان جدت پسندوں کی وضع کردہ ہے۔ ورنہ اسلام میں قدامت پسندی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام آج بھی اتنا ہی ترو تازہ ہے جتنا چودہ سو سال پہلے تھا۔ کیا تضاد بیانی ہے کہ وہ خاتون قدامت پسندی کے خلاف جدوجہد حجاب کے ساتھ کرتی ہیں۔ حجاب کا حکم بھی چودہ صدیاں پہلے نازل ہوا۔ لہذا حجاب پہننے والی قدامت پسند ہی ہوگی۔ جہاں تک خواتین کے حقوق کے لیے کوشش کرنا اور دیگر اصلاحی کاموں میں حصہ لینا ہے۔ تو یہ کام ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ اور خواتین کے حقوق کے سب سے بڑے محافظ پیارے پیغمبر ﷺ تھے۔ جس کا آغاز بھی چودہ صدیاں پہلے ہو چکا ہے۔ یہ بھی کوئی نئی تحریک نہیں ہے۔

موصوف نے ٹائم میگزین کے حوالے سے لکھا ہے کہ سعودی عرب قدامت پرستی کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ جہاں اب نرم اسلامی انقلاب کے واضح آثار نظر آرہے ہیں۔ یہ بات وہی شخص لکھ سکتا ہے۔ جس نے کبھی سعودی عرب کا سفر نہ کیا ہو۔ یا وہاں کی تہذیبی ثقافتی احوال سے واقف نہ ہوں۔ سعودی عرب اسلام کا حقیقی اور روحانی مرکز ہے۔ جہاں سے اسلام پوری دنیا میں پھیلا۔ آج بھی اسلام کو اسکی حقیقی روح کے ساتھ سعودی عرب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ وہاں کے حکمران راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ اور اسلام کو ہی مکمل ضابطہ حیات مانتے ہیں۔ اس کی تمام تعلیمات کو اسکی صحیح تشریحات کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ اور اسی پر عملپیرا ہیں۔ عقائد ہوں یا عبادات اس میں کسی کمی بیشی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اگر

اس وجہ سے سعودی عرب قدامت پسندی کا مظہر ہے۔ تو یہ قابل فخر بات ہے۔ اس پر شرمندہ ہونے کی قطعاً ضرورت ہے اور نہ ہی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ قدامت پسندی کی رٹ لگانے والے سے ہم یہ سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا وہ قدامت پسند نہیں؟ وہ جن عقائد کا پرچار کر رہے ہیں۔ کیا وہ آج وجود میں آئے ہیں۔ وہ اپنے باطل عقائد اور غلط نظریات پر پوری ڈھٹائی کے ساتھ قائم ہیں۔ لیکن افسوس ان کے بارے میں کبھی قدامت پسند ہونے کا طعنہ نہیں دیا جاتا۔

جہاں تک جدید سائنسی ایجادات اور مسائل سے مستفید ہونے کا سوال ہے۔ تو سعودی حکومت تمام اسلامی ممالک سے ممتاز نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان تمام مادی وسائل سے مالا مال کیا ہے۔ آج وہ تمام جدید سہولتیں وہاں میسر ہیں۔ جن کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے ابتدائی سکول سے لیکر جامعات تک موجود ہیں۔ صحت کے لیے تمام جدید مشینری سے مزین ہسپتال موجو ہیں۔ ذرائع آمد ورفت کے لیے عام ٹیکسی سے لیکر ریل گاڑی اور ہوائی جہاز موجود ہیں۔ ذرائع ابلاغ اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ کسی ایک شعبہ ہائے زندگی کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ لوگ جدید تقاضوں سے نا آشنا ہے۔ نہ جانے ٹائم میگزین یا اس کے مترجم نے یہ کہاں سے اخذ کر لیا کہ سعودی عرب قدامت پسندی کا مظہر ہے۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات، اخلاقیات چودہ صدیاں پہلے متعین کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں ترمیم اضافہ کا تصور نہیں ہے۔ ان پر عمل کرنے والے کو قدامت پسند کہنا ناانصافی ہے۔ مثلاً قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صدیوں سے اس پر عمل ہوتا آیا ہے۔ اور آج بھی یہ سنت زندہ ہے۔ اور عید الاضحیٰ پر کروڑوں مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں کیا کہیں گے؟ اسلام مکمل اور آخری دین ہے۔ جواب قیامت تک رہے گا۔ اس کے وہ احکامات اور نواہی جن کے بارے میں واضح نصوص ہیں۔ تبدیل نہیں ہونگے۔ حلال و حرام بیان کیا جا چکا۔ البتہ بعض فقہی مسائل ایسے ہیں۔ جس میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ اور اس پر فقہاء امت ہمیشہ اپنی رائے کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے۔ اجتہاد اسلام کی وہ خوبی ہے جو دیگر کسی بھی مذہب میں پائی نہیں جاتی۔ اس کے باوجود اگر اس کے حاملین کو قدامت پسند یا رجعت پسند کہا جائے تو افسوس ہے؟ یہ فرمانا کہ کسی ٹی وی کے اینکر پرسن نے یہ فرمایا کہ مسلمان ہوتے ہوئے زندگی کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔ نئی بات نہیں ہے۔ اسلام نے کبھی بھی اپنے ماننے والے کو دنیا کی نعمتوں کے استعمال سے نہیں روکا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقعہ پر یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ''ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ '' اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کے اثرات بندوں پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسلام کبھی بھی رہبانیت کا قائل نہیں ہے۔ فرمایا'' لا رھبانیۃ فی الاسلام '' گوشہ نشینی، چلہ کشی دنیا سے بے رغبتی عورتوں سے علیحدگی کو کبھی پسند نہیں کیا گیا۔'' ولا تنس نصیبک من الدنیا (القصص: 77) ..... ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار '' (البقرہ: 201) سے یہی تو درس ملتا ہے۔ نماز کی پابندی کرنے والا، رمضان کے روزے رکھنے ولا، حج کرنے ولا، زکاۃ

ادا کرنے والا اقدامت پسند نہیں ہے۔ انہیں یہ طعنہ دینے والے دراصل وہ لوگ ہیں۔ جو اسلام کی عملی زندگی کو مشکل سمجھتے ہیں۔ اوراس سے بچنا چاہتے ہیں۔

کالم نگار نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جس عرق ریزی سے یہ کالم لکھا ہے۔ اس سے انکی ذہنی رجحانات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ موصوف علماء سے کافی الرجک ہیں۔ اور کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ جب وہ مولویوں کی خبر نہ لیتے ہوں۔ مثلاً مصری داعی مصطفیٰ نجار جو خیر سے دانتوں کے ڈاکٹر ہیں۔ اخوان المسلمون سے تعلق ہے۔ انہوں نے اخوان المسلمون کو مشورہ دیا ہے کہ وہ پارٹی عہدیداروں کے لیے مولویوں کی جگہ ماہرین کو رکھیں۔ کیونکہ وہ مولوی کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ پارٹی امور چلاسکیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ آج تک کسی مولوی کو دانتوں کا ڈاکٹر بنتے نہیں دیکھا۔ البتہ بہت سے ڈاکٹر (طب سے تعلق رکھنے والے) مولوی بنتے دیکھے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے؟ مثلاً ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر ذاکر نائیک۔ ظاہر ہے جو مقام و مرتبہ اور عزت دینی علوم کے حاصل کرنے کرنے کے بعد ملتی ہے۔ وہ اس پیشہ وارانہ تعلیم میں کہاں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ایک مولوی میں جو صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ وہ دیگر علوم کے حاملین میں نہیں ہیں۔

دینی جماعتوں کے لیے سیاست شجرہ ممنوعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ جماعتیں سیاست میں بھی بہتر کارکردگی دیکھاتی ہیں۔ اسلامی تصورات میں دین وسیاست دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا۔ ''جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی چنگیزی! بشرطیکہ انہیں خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ مثلاً الجزائر میں اسلامی فرنٹ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ مگر وہاں انہیں اقتدار دینے کی بجائے کچل دیا گیا۔ اسلامی فرنٹ کے چیئرمین محمود عباس مدنی ایک تعلیم یافتہ دانشور ہیں۔ مگر وہ مغربی دنیا کے منظور نظر نہ تھے۔ لہذا جمہوری عمل مکمل ہونے کے باوجود فوج نے اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ یہی حال مصر میں اخوان المسلمون کے ساتھ روا رکھا گیا۔ سید قطب اور ان کے سینکڑوں ساتھیوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ یہ اسلام کے نام لیوا تھے۔ ترکی کی موجودہ رفاہ پارٹی اپنے سابقہ ادوار میں اس لیے اقتدار سے محروم ہوتی رہی کہ یہ سیکولر ترکی میں بعض اسلامی شعائر کی اجازت دیتے تھے۔ اب کی بار عوام کے بھرپور تعاون سے اقتدار میں ہیں۔ اور بار بار انتخابات میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ فاضل کالم نگار چونکہ خود ترقی پسند ہیں۔ لہذا وہ خود بھی ان تمام جماعتوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ جن کے ساتھ اسلام کا لاحقہ ہے۔

یہ بات کوئی انکشاف نہیں ہے کہ ترکی میں احادیث کے مجموعہ کی چھان بین ہو رہی ہے۔ اور یہ لوگ ایک نئے اسلوب سے صحیح احادیث کا انتخاب کریں گے۔ جو چھ جلدوں پر مشتمل ہوگی۔ اور باقی احادیث کو غیر مستند قرار دے دیں گے۔ حدیث کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں محدثین نے بہترین اصول وضع کیے ہیں۔ ان کی روشنی میں احادیث کو پرکھا جاسکتا ہے۔ اور یہ کام علوم حدیث سے وابستہ ماہرین کررہے ہیں۔ البتہ ترکی میں ہونے والا یہ کام جب منظر عام پر

آئے گا۔تو اس پر علماء اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔

پاکستان میں بھی انکار حدیث کا فتنہ موجود ہے۔ یہ لوگ اپنی عقل کو معیار حق قرار دیتے ہیں۔ اور یہ جمہور محدثین کی محنت اور کاوش کو ایرانی فتنہ اور عجمی سازش قرار دیتے ہیں۔ برصغیر میں جس حلقے کی طرف کالم نگار نے اشارہ کیا ہے۔یہی وہ طبقہ ہے جو غلام احمد پرویز کے باطل نظریات پر قائم ہیں۔ جسے آج پرویزی گروپ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو بڑی ڈھٹائی سے احادیث کا انکار کرتے ہیں۔رہی بات کہ یہ قرآنی تعلیمات کے خلاف احادیث کو مسترد کرتے ہیں۔کھلا جھوٹ ہے۔ یہ کالم اس طوالت کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کی تفصیل بیان کی جائے۔دراصل منکرین حدیث کا سب سے بڑا المیہ ہی یہ ہے کہ وہ اسلام کے علمی تقاضوں سے بھاگتے ہیں۔علامہ محمد اسد نے بڑی اہم بات کی ہے کہ اسلام بے علمی کا نام نہیں بلکہ اسلام کے اولین تقاضے عمل ہے۔اور منکرین حدیث صرف اس لیے ان احادیث کا انکار کر دیتے ہیں۔کہ ان پر عمل نہ کرنا پڑے۔ رہی بات کہ کوئی عقل کے خلاف نظر آئے تو اس کا انکار کر دیا جائے درست نہیں۔اس لیے انسانی عقل بہرحال محدود ہے۔سیدنا علی رضی اللہ فرماتے ''لو كان الدين بالرأي لكان اسفل الخف أولى بالمسح من اعلاه،وقد رأيت رسول الله ﷺ يمسح على ظاهر خفيه..... (صحيح ابو داؤد للألباني ، باب كيف المسح: 288/1)

اسلام نے جو احکامات دیئے ہیں یا جن چیزوں سے منع کر دیا ہے۔اب اس میں درمیانی راستہ کیسے نکالا جائے گا۔ حلال وحرام کے درمیان کونسا درمیانی راستہ ہوگا۔ جبکہ یہ تمام احکامات براہ راست اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ہیں۔وہ رحیم وکریم ہے اپنی مخلوق کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔شراب کو حرام قرار دیا۔بدکاری سے روکا ہے۔سود کا ناجائز قرار دیا ہے۔جو چیزیں حرام ہیں ان میں درمیانی راستہ کیا ہوسکتا ہے؟ ایسے ہی نماز، روزہ، حج اور زکاۃ فرض ہیں۔اس میں درمیانی راستہ کیا ہے؟اب جو لوگ ان محرمات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔انہیں ہم جنت کی بشارت تو نہیں دے سکتے۔جیسا کہ فاضل کالم نگار کا تقاضا ہے کہ سزاؤں سے ڈرانے کی بجائے اللہ کے رحیم وکریم ہونے سے آگاہ کیا جائے۔کوئی شک نہیں اسلام نرمی، مروت، دلجوئی اور خیر خواہی کا دین ہے۔آپ نے بھی آسانیوں کو اختیار کرنے اور لوگوں کو بشارتیں دینے کیتلقین کی ہے۔آپ مجسمہ رحمت ہیں۔ نبی الرحمۃ ہیں۔لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اسی پیغمبر علیہ السلام نے ان محرمات کے مرتکب کو کوڑے لگوائے۔رجم کرایا۔اور سزائے موت دی۔ اس لیے کہ یہی اس رحیم وکریم اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔درمیانی راستہ یا نرم انقلاب کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔یہ محض دھوکا اور فریب ہے۔یہ دین سے دوری اور بغاوت کا راستہ ہے۔ایک پرکشش نعرہ ضرور ہے۔لیکن سراب ہے۔

اسلام کے تمام امور اعتدال پر مبنی ہیں۔اس میں کوئی ایک بھی حکم ایسا نہیں جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔'' لا يكلف الله نفساً الا وسعها '' دین وشریعت پر صدیوں سے عمل ہوتا آیا ہے۔اور ہو رہا ہے۔ایسے نرم انقلاب کی کبھی پہلے ضرورت محسوس ہوئی نہ اب ہے۔ بلکہ حالات بتاتے ہیں کہ جیسے جیسے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی ہوئی۔اتنا ہی لوگوں کا رجحان بڑھا ہے۔ پہلے سے زیادہ اسلام کی طرف رجوع ہوا ہے۔اور نوجوان پہلے سے زیادہ متوجہ ہوئے ہیں۔اس کا مشاہدہ کسی بھی خواتین کالج کے سامنے کیا جاسکتا ہے۔کہ پہلے خال خال پردہ ہوتا تھا۔اب 80% فیصد بچیاں پردے میں نظر آتی ہیں۔یہی حال مساجد میں نمازیوں اور اسلامی دینی اجتماعات کا ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔اور نیکی کی توفیق دے۔